سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: دسویں

رسالہ نمبر 4

افصح البیان ۱۳۱۸ھ
فی حکم مزارع ہندوستان

(ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان ۱۳۱۸ھ

(ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)

مسئلہ ۸۶: از بہار شریف مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب طالب علم　۱۲ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ وُہ سب زمین ہندوستان کی جس کی مالگزاری زمیندار نقد دیتے ہیں آیا عشری ہے یا خراجی، اگر عشری ہے تو بعد منہائی مالگزاری کے واجب ہے یا بلا منہائی، اور یہ بھی کہ اس صورت میں کہ زمیندار سب اپنی رعایا کے ساتھ زمین کو بندوبست کرتے ہیں اس صورت میں عشر کس پر واجب ہے زمیندار پر یا رعایا پر ؟اور بصورت خراجی ہونے کے وُہ مال گزاری جو نقد دیتے ہیں وہی خراج تصور کیا جائیگا اور کوئی دوسرا، اور جب دوسرا ہوگا تو مالگزاری منہادے کر خراج شرعی دینا ہوگا یا بغیر منہا، اور کس قدر اور کس حساب سے دینا ہوگا، اور بصورت عدم عشری وعدم خراجی ہونے کے ہم زمینداروں کو کیا کرنا چاہیئے جو مواخذہ سے بری ہوں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل

شرعی سے ثابت نہ ہو۔ کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا بمالایتجاوز الحق عنہ (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے جس سے حق متجاوز نہیں۔ت) بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری نہ خراجی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے۔

اما علی الاول فظاہر واما علی الثانی فکما حققہ فی ردالمحتار خلافا لما فی التحفہ المرضیۃ ثم الشرنبلالیۃ ثم الدرالمختار وما حققہ واضح نفیس، والدر انما عزاہ للشرنبلالی و الشر نبلالی لصاحب التحفۃ عن العلامۃ صاحب البحر ، فالیہ دار فیہ الامر ، وھو رحمہ اللہ تعالٰی وما فی التحفۃ لم یستند فیہ النقل انما اعتمد علی عدم رؤیتہ نقلا بلزوم العشرفیہ وانت تعلم ان عدم الرویۃ لیست رؤیۃ العدم ولا عدم النقل نقل العدم والنصوص مطلقۃ، والعشر یجب فیما لیس بعشر ولا خراجی کا لمفاوز والجبال ۔**اقول:** ومعنی کون ما فتحناہ فا بقیناہ لنا الی یوم القیامۃ من دون ان نعطیھا ملا کھا او کفارا اخرین اونقسمھا بین الغانمین وکذا مامات ملا کھا فالت لبیت المال، ان العشر والخراج انما یوجب حقا للمسلمین وھذہ قد کانت اوصارت لھم فلا وجہ لان یوجب شئی لھم	پہلی صورت میں تو معاملہ واضح ہے اور دوسری صورت میں بھی عشر ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل ہے البتہ تحفہ مرضیہ پھر شرنبلالیہ پھر درمختار کا اس میں اختلاف ہے اور صاحب درمختار کی تحقیق نہایت نفیس ہے، در نے شرنبلالی اور شرنبلالی نے صاحبِ تحفہ سے اور وہاں علامہ صاحبِ بحر کی طرف منسوب ہے، اور معاملہ کی بنیاد یہاں یہی ہے اور مذکور شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے اور جو کچھ تحفہ میں ہے اس کے نقل پر کوئی دلیل نہیں، اس پر اعتماد صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ ایسی زمین میں عشر کے لازم ہونے پر کوئی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری اور آپ جانتے ہیں کہ عدمِ رؤیت، رؤیتِ عدم نہیں ہوتی۔ عدمِ نقل، نقلِ عدم نہیں۔ حالانکہ نصوص مطلق ہیں، اور جو زمین نہ عشری ہو اور نہ خراجی وہاں عشر لازم ہوتا ہے جیسا کہ جنگل اور پہاڑ۔ **اقول:** اس عبارت کہ "ہم نے زمین کی فتح کی اور اسے تا قیامت اپنے لیے رکھا" کا معنی یہ ہے کہ اسے مالکوں کو واپس نہ دیا یا دیگر کفار کو نہ دی یا بطورِ غنیمت اسے لشکریوں میں تقسیم نہ کیا اسی طرح وہ زمین جس کا مالک فوت ہوگیا اور وُہ بیت المال کی ہوگئی کیونکہ عشر اور خراج مسلمانوں کے حق کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ زمیں یا تو ہے ہی مسلمانوں کی یا ان کی طرف لوٹ آئے گی، لہذا مسلمانوں کے لیے ان پر کوئی

عليهم ففراغ الوظيفة لعدم من يوظف عليه كارض خربة لم تزرع اصلا اما اذا وجد نا من نوجب عليه فلا معنى للفراغ وقد نص المحقق على الاطلاق فى فتح القدير "اواخر باب زكوٰة الزروع" فى تعليل قول الامام رضى الله تعالٰى عنه، ان الذمى اذااشترى عشرية من مسلم تصيرخراجية،[1] مانصهوجه قول ابى حنيفة انه تعذرالعشرلان فيه من معنى العبادة والارض لا تخلوا فيه من معنى العبادة والارض لا تخلوا عن وظيفة مقررة فيها شرعااھ[2] مختصرا. فهذا بحمد الله نص فيما عولنا عليه ولله الحمد ـ وبالجملة مالبيت المال فارغة مادامت لها فاذا انتقلت لملك احد بوجه صحيح كما هوالمحمل فى الاراضى التى بايدى الناس يتوارثونها ويتصرفون فيها تصرف الملاك كما حققه فى ردالمحتار وبيناه فى فتاوٰنا فلا محيد عن التوظيف الاترى ان الموات تكون لبيت المال

شیئ واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں، یہاں عشر وخراج کانہ لازم ہونا اس لیے ہے کہ یہاں کوئی ایسا شخص ہی نہیں جس پر کچھ لازم کیا جائے جیسے کہ بنجر زمین جو بالکل ہی کاشت نہ کی گئی ہو اور اگر ہم یہاں ایسے شخص کو پالیں جس پر کوئی شیئ لازم کریں تو فراغ کا کوئی معنٰی نہ ہوگا۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں باب زکوۃ الزروع کے آخر میں امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کی علت بیان کرتے تصریح کی ہے کہ ذمی نے جب عشری زمین کسی مسلمان سے خریدی تو وُہ خراجی ہوجائے گی۔ امام ابوحنیفہ کے قول کی وجہ یہ بیان کی کہ یہاں عشر نہیں ہوسکتا کیونکہ عشر مین عبادت کا پہلو ہے اور زمین شرعی طور پر کسی مقرر وظیفہ سے خالی نہیں ہوسکتی اھ اختصارًا بحمداللہ یہ ہمارے مختار پر تصریح ہے وللہ الحمد۔ الغرض بیت المال کی زمین جب تک بیت المال کی ہے وُہ ہر وظیفہ سے فارغ رہے گی حتی کہ وہ کسی طریق صحیح سے کسی کی ملکیت میں چلی جائے جیسا کہ معاملہ ان اراضی کا ہے جو لوگوں کے پاس بطور وراثت منتقل ہوتی ہیں اور ان میں وُہ مالکوں جیسا تصرف کرتے ہیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے پس ان میں وظیفہ سے چھٹکارا نہیں، کیا تمھارے علم میں نہیں کہ جب بے آباد زمین

---

1 فتح القدیر باب زکوۃ الزروع الثمار مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۱۹۶

2 فتح القدیر باب زکوۃ الزروع الثمار مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۱۹۷

وھی فارغۃ فاذاھی تحییٰ باذن الامام فتصیرذات وظیفۃ کذاھذا۔	بیت المال کی ملکیت ہو تو وہ وظیفہ سے فارغ ہوتی ہے تو جب وُہ حاکم کی اجازت سے وہ آباد ہوجائے تو وُہ زمین صاحبِ وظیفہ کی ہوجائیگی یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔(ت)

اور عشر پوری پیداوار کالیا جائے گا۔

فی تنویر الابصار یجب العشر بلا رفع مؤن الزرع[3] فی الدرالمختار لتصریحھم بالعشر فی کل الخارج اھ[4]	(تنویرالابصار میں ہے کہ کھیتی کے تمام اخراجات نکالے بغیر عشر لازم ہے۔ درمختار میں اس کی دلیل یہ دی ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عشر تمام پیداوار پر ہے۔ت)

قلت: ومن یظلم لا یظلم (میں کہتا ہوں ظلم کے بدلے ظلم نہ کیا جائے گا۔ت) زمین اگر بٹائی پر دی جائے یعنی مزارع سے پیداوار کا حصّہ مثلا نصف یا ثلث غلہ قرار دیا جائے تو مالک زمین پر بقدر حصہ کا عشر آئیگا مزارعت بالمناصفہ کی صورت میں سو۱۰۰ من غلہ پیدا ہوا تو زمیندار پانچ من عشر میں دے، اور اگر اجارہ میں دی گئی جسے لوگ نقشی کہتے ہیں مثلاً سو۱۰۰ روپیہ بیگھہ پر اٹھائی تو سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک کل عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک کل مزارع پر ہے زمیندار سے کچھ مطالبہ نہیں۔ امام قاضی خاں نے قولِ اوّل کے اظہر ہونے کا ارشاد کیا،

وعلیہ اقتصر الامام الخصاف وبہ جزم فی منظومۃ النسفی والا سعاف واعتمدہ المتاخرون کالخیر الرملی واسمٰعیل الحائک وحامد آفندی وغیر ھم رحمھم اللہ تعالٰی۔	امام خصاف نے اسی پر اکتفاء کیا ہے اور منظومہ نسفی اور اسعاف میں اسی پر جزم کیا ہے اور متاخرین مثلاً خیر رملی، اسمٰعیل حائک، حامد آفندی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی پر اعتماد کیا ہے(ت)

مگر حاوی قدسی میں قول دوم پر فتوٰی اور وُہ بھی لفظ ناخذ (ہم اسی کو لیں گے۔ت) کہ آکد الفاظ فتوٰی سے ہے وہ تصحیح التزامی تھی اور یہ صریح ہے،

فی الدرالمختار العشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولھما ناخذ و	درمختار میں ہے کہ عشر کرایہ پر دینے والے پر ہے جیسا کہ مقرر خراج، صاحبین کے نزدیک عشر کرایہ دار پر ہے جیسے کہ مسلمان عاریۃً کوئی چیز لے۔ حاوی

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۹

فی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة[5] فی ردالمحتار تحت قوله وفی المزارعة الخ ما ذکره الشارح هو قولهما اقتصر علیه لما علمت ان الفتوی علی قولهما بصحة المزارعة لکن ما ذکر من التفصیل یخالفه مافی البحر والمجتبیٰ والمعراج والسراج والحقائق والظهیریة وغیرہا من ان العشر علی رب الارض عنده وعلیهما عندهما من غیر ذکر هذا التفصیل وهو الظاہر لما فی البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر یجب فی الخارج والخارج بینهما فیجب العشر علیهما الخ۔[6]	میں صاحبین کا قول لیتے ہیں اور مزارعت میں اگر بیج زمین کے مالک کا ہے تو اس پر عشر ہے اور اگر عامل کا ہے تو حصّہ کے مطابق دونوں پر ہوگا، ردالمحتار میں ماتن کے قول "وفی المزارعۃ الخ" کے تحت یہ شارح نے جو کہا یہ صاحبین کا قول ہے، اور اس پر اکتفاء کی وجہ آپ جان چکے کہ صحتِ مزارعت کے بارے میں صاحبین کے قول پر فتوٰی ہے لیکن جو تفصیل میں بیان ہُوا وہ اس کے مخالف ہے، جو بحر، مجتبٰی، معراج، سراج، حقائق، ظہریہ وغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں پر ہے مگر تفصیل کا ذکر نہیں، اور عشر پیداوار میں واجب ہے اور پیداوار دونوں کے درمیان تقسیم ہوگی لہذا عشر دونوں پر ہوگا الخ (ت)

بالجملہ: قول دوم بھی ضعیف نہیں اور ہمارے بلاد میں وہی ارفق بالناس ہے یہاں اجرتیں بلحاظ عشر ہر گز مقرر نہیں ہوتیں، اگر پیداوار کا عشر اُجرت سے دلائیں تو غالبًا کچھ نہ بچے بلکہ بہت جگہ عشر ہی میں گھر سے دینا پڑے باقی مصارف دیہی و مالگزاری انگریز جُدا رہے۔اور اگر اس پر مجبور کیجئے کہ اب وہ اجرتیں مقرر کر لیجئے کہ عشر و مالگزاری و جملہ مصارف دے کر تمھارے لیے بقدر کفالت بچے تو یہ ہر گز میسر نہیں، مزارعین اس پر کیوں راضی ہونے لگے۔

وفی نزع الناس عن عاداتهم حرج والحرج مدفوع بالنص لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَاؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا۠ [7] وهذا کما ذکر العلامة الشامی رحمه الله تعالیٰ فی اوقاف	لوگوں کو ان کی عادت سے روکنا حرج ہے اور حرج کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ارشاد باری ہے اللہ تعالٰے ہر نفس کو اتنی تکلیف دیتا ہے جتنا اسے عطا فرمایا عنقریب اللہ تعالٰی دشواری کے بعد

[5] درمختار شرح تنویرالابصار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۴۰-۱۳۹
[6] ردالمحتار باب العشر مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۱
[7] القرآن ۶۵/ ۷

بلادہ انہ لاتفی الاجرۃ ولا اضعافھا بالعشر او خراج المقاسمۃ قال فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولھما فی ذلک لانھم فی زماننا یقدرون اجرۃ المثل بناء علی ان الاجرۃ سالمۃ لجھۃ الوقف ولا شئی علیہ من عشر و غیرہ امالو اعتبر دفع العشر من جھۃ الوقف وان المستاجر لیس علیہ سوی الجرۃ فان اجرۃ المثل تزید اضعافا کثیرۃ کما لا یخفی فان امکن اخذ الجرۃ کاملۃ یفتی بقول الامام والا فبقولھما لما یلزم علیہ من الضرر الواضح الذی لا یقول بہ احد واللہ تعالٰی اعلم اھ۔[8]	آسانی فرمادے گا، یہ اسی طرح ہے جو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنے شہروں کے ان اوقاف کے بارے میں ذکر کیا ہے جن میں نہ اجرت نہ اس کے ساتھ عشر کا اضافہ اور نہ ہی غلّے کی تقسیم پوری ملتی ہے، انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں صاحبین کے قول پر فتوٰی دینے سے اعراض مناسب نہیں کیونکہ ہمارے دَور میں لوگ اجرت مثلی مقرر کرتے ہیں اس بناء پر کہ وقف کے لئے اجرت مثلی مقرر کرنے میں نقصان سے سلامتی ہے اور اس پر کوئی عشر وغیرہ نہیں اور اگر وقف کی جانب سے عشر دینے کا اعتبار کیا جائے اور مستاجر پر سوائے اجرت کے کچھ نہ ہو تو اجرت مثلی کئی گنا بڑھ جاتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں، تو اگر کامل اجرت لینا ممکن ہو تو امام صاحب کے قول پر فتوٰی ہوگا ورنہ صاحبین کے قول پر، تاکہ اس سے وہ واضح نقصان لازم آئے جس کا قول کسی نے بھی نہیں کیا واللہ تعالٰی اعلم اھ (ت)

رہی وُہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہوجائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عہد ہا میں ابتداءً یہ زمین کسی کافر ذمی کی تھی کہ اس نے باذنِ سلطان احیاء کی، سلطان نے اسے عطا کی، اُس سے مسلمان نے خریدی یا مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں احیاء کی اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے اور بلاشبہ خراج شرعی سے مالگزاری انگریزی کا کوئی تعلق نہیں، نہ حساب ادا میں وہ مجرا دی جائے وھذا ظاھر جلی لا خفاء بہ (اور یہ ظاہر روشن ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) امر تحقیق طلب یہ ہے کہ جب یہاں نہ سلطنتِ اسلام نہ لشکرِ اسلام تو خراج شرعی بھی واجب رہا یا نہیں، اور رہا تو کسے اور کیا اور کتنا دیا جائے۔ **اقول: وباللہ التوفیق**: یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط ہے، جب بلاد پر جتنے دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلط نہ رہے بعد تسلّط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں انہوں نے اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ

[8] ردالمحتار باب العشر مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۰

ہے جب اُتنے دنوں سلطنتِ دینیہ ان کی حمایت سے جُدا رہی اس مدت کا خراج نہیں لے سکتی۔ کنز میں ہے:

لواخذ العشر والخراج والزکوٰۃ بغاۃ لم یوخذ اخری۔[9]	اگر باغی عشر، خراج اور زکوٰۃ وصول کرلیں تو دوبارہ نہ لیا جائے گا۔ (ت)

ہدایہ، بحر وغیرہما میں ہے:

لان الامام لم یحمهم والجبایة بالحمایة۔[10]	کیونکہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج تو حمایت کی بنا پر ہوتا ہے (ت)

تبیین وبحر وغنیہ ذوی الاحکام میں ہے:

اشتراط اخذهم الخراج ونحوه وقع اتفاقا حتی لولم یاخذوا منه سنین وهو عندهم لم یوخذ منه شئی ایضا لماذکرنا۔[11]	خراج وغیرہ لینے کی شرط لگانے کا ذکر اتفاقاً ہوا ہے حتی کہ اگر کئی سال ان سے وصولی نہ کی حالانکہ ذمی ان کے پاس تھا تو اب سابقہ سے بھی کوئی شیئ نہ لی جائیگی جیسا کہ ہم نے بیان کردیا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ویظهر لی ان اهل الحرب لو غلبوا علی بلدۃ من بلادنا کذلك للتعلیلهم اصل المسئلة بان الامام لم یحمهم والجبایة بالحمایة وفی البحر وغیرہ لو اسلم الحربی فی دارالحرب واقام فیها سنین ثم خرج الینا لم یاخذ منه الامام الزکوٰۃ لعدم الحمایة الخ[12]	مجھ پر یہ ظاہر ہُوا ہے کہ اگر اہلِ حرب ہمارے کسی شہر پر غالب آجائیں تو حکم یہی ہوگا کیونکہ یہاں دلیل وعلّت وہی ہے کہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج حمایت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بحر وغیرہ میں ہے اگر حربی نے دارالحرب میں اسلام قبول کرلیا اور وُہ وہاں ہی کئی سال تک مقیم رہا پھر ہمارے ہاں آیا تو حاکم عدمِ حمایت کی وجہ سے اس سے کچھ وصول نہیں کرسکتا الخ (ت)

اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکر اسلام ہے فقراء کا اس میں کچھ حق نہیں،

---

[9] کنزالدقائق فصل فی الغنم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹
[10] بحرالرائق فصل فی الغنم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۲۳
[11] تبیین الحقائق فصل فی صدقۃ الغنم مطبعہ کبرٰی بولاق مصر ۲/ ۲۷۴
[12] ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۶

فی العنایة تحت مسئلة شراء ذمّی، عشرية من مسلم، فی توجیه روایة عن محمد حق الفقراء تعلق به فهو کتعلق حق المقاتلة بالاراضی الخراجیة ثم قال فی توجیه اخری، مایصرف الی الفقراء هو ماکان لله تعالٰی بطریق العبادة و مال الکافر لیس کذلك فیصرف فی مصارف الخراج[13] وفی الدرالمحتار عن ابن الشحنة فی نظم بیوت المال ع وثالثها خراج مع عشور الی ان قال: فمصرف الاولین اتی بنص وثالثها حواه مقاتلونا اھ[14] وفی الفتح والعنایة وغیرهما قبیل باب الجزیة، مصرف العشر الفقراء و مصرف الخراج المقاتلةاھ[15] وقد اعترض فی الفتح فی المسألة المارة علی جعل العشریة بشراء الذمّی خراجیة، بان التغییر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقه فلا یجوز الخ۔[16]	عنایہ میں اس مسئلہ "ذمی نے کسی مسلمان سے عشری زمین خریدی" کے تحت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی روایت کی توجیہ میں ہے کہ فقراء کا اس کے ساتھ حق متعلق ہے، پس یہ اسی حق کی طرح ہے جس طرح خراجی زمینوں کے ساتھ حق مقاتلہ کا تعلق ہوتا ہے پھر دوسری توجیہ کرتے ہُوئے کہا کہ جو کچھ فقراء پر خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالٰی کے لیے بطور عبادت ہوتا ہے اور مالِ کافر میں یہ بات نہیں ہوتی لہٰذا اسے مصارف خراج میں ہی خرچ کیا جائے گا اور درمختار میں ابن شحنہ سے بیوت المال کی نظم میں ہے: اور تیسری قسم خراج مع عشر ہے۔ آگے چل کر کہا: پہلی دونوں کے مصارف ہمارے نص میں موجود ہیں اور تیسری کا مصرف ہمارے مقاتلہ (لشکرِ اسلام) ہوتے ہیں۔ اھ اور فتح اور عنایہ میں باب الجزیہ سے تھوڑا پہلے ہے کہ عشر کا مصرف فقراء اور خراج کا مصرف مقاتلہ کرنیوالے (لشکرِ اسلام) ہوتے ہیں اھ فتح میں گزشتہ مسئلہ کہ عشری زمین کا ذمّی کے خریدنے سے خراجی ہونے پر اعتراض کیا ہے کہ زمین کے ساتھ فقراء کا حق متعلق ہونے کے بعد تغیّر ان کے حق کو باطل کردیتا ہے جو جائز نہیں الخ (ت)

13 العنایۃ مع فتح القدیر باب العشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۱۹۶
14 درمختار باب العشر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۰
15 فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۲۸۶
16 فتح القدیر باب زکوۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۹۷

اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو، مطالبہ کس کے لیے ہو ولہٰذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خربوزے، کھیرے، ککڑی وغیرہا جلد بگڑ جائے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وُہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی، تو مطالبہ عبث ہے۔

فی الفتح قبیل باب المعادن، من مر بر طاب اشتراھا للتجارۃ کا لبطیخ والقثاء و نحوہ لم یعشرہ عند ابی حنیفۃ فانھا تفسد بالا ستبقاء و لیس عند العامل فقراء فی البر لید فع لھم فاذا بقیت لیجد ھم فسدت فیفوت المقصود اھ مختصرًا۔[17]	فتح میں باب المعادن سے تھوڑا پہلے ہے، کہ جو شخص سبزیوں کے کھیت کے پاس سے گزرا اس نے تجارت کے لیے انھیں خریدا مثلاً خربوزہ اور کھیرا وغیرہ، تو اب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس پر عشر نہ ہوگا کیونکہ وہ باقی رکھنے سے خراب ہو جاتی ہیں، اور عامل کے پاس جنگل میں فقراء نہیں ہوتے جنہیں وُہ عشر دے دے، اور اگر انھیں فقراء کے پانے کے لیے باقی رکھتا ہے تو وہ خراب ہو جاتے ہیں تو اس سے مقصود فوت ہو جاتا اھ اختصارًا (ت)

بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکرِ اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ ہے۔ فتح القدیر، کتاب السیر، باب العشر میں ہے:

الخراج جزاء المقاتلۃ علی حمایتھم فما سقی بما احموہ وجب فیہ اھ۔[18]	خراج لشکرِ اسلام کی حمایت کا معاوضہ ہے، جو زمین ان کی حمایت سے سیراب ہوگی اس میں خراج واجب ہوگا اھ (ت)

عنایہ میں اسی جگہ ہے:

الخراج یجب جبرا للمقاتلۃ فیختص وجوب الخراج بما یسقی بماء حمتہ المقاتلۃ (الٰی قولہ) الی ھذا اشار شمس الائمۃ اھ[19]	خراج، مقاتلہ کے نقصان کو پُورا کرنے کے لیے ہوتا ہے لہٰذا خراج انہی زمینوں کے ساتھ مخصوص ہوگا جو لشکر کی حمایت کے تحت سیراب ہوں گی (آگے چل کر کہا) شمس الائمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

[17] فتح القدیر باب فیمن یمر علی العاشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۷۸
[18] فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵ /۲۸۱
[19] العنایہ مع فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵ /۲۸۰

اُسی کے اواخر باب زکوٰۃ الزروع میں ہے:

الخراج یجب حقاللمقاتلۃ فیختص وجوبہ بما حمتہ القاتلۃ۔[20]	خراج حق مقاتلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے لہٰذا یہ اسی کے ساتھ مخصوص رہے گا جو مقاتلہ کے تحت ہوگا۔ (ت)

یہ کلمات بظاہر سقوطِ خراج کی طرف ناظر مگر نظر دقیق حاکم، کہ نفس وجوب ثابت و قائم، مطالبہ سلطنت و وجوب دیانت میں فرق بعید ہے، بہت چیزیں ہیں کہ سلطان کو اُن کا مطالبہ نہیں پہنچا اور شرعًا واجب ہ

کزکوٰۃ الاموال الباطنۃ کما فی الدر وغیرہ عامۃ الاسفار وقد قال الشامی عن البحر وغیرہ فی مسئلۃ اسلام الحربی فی دارالحرب بعد العبارۃ المذکوۃ ونفتیہ بادائھا ان کان عالما بوجوبھا والّا فلا زکوٰۃ علیہ لان الخطاب لم یبلغہ وھو شرط الوجوب اھ[21]	جیسے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ جیسا کہ در اور دیگر کتب میں ہے، شامی نے بحر وغیرہ کے حوالے سے دارالحرب میں کسی حربی کے اسلام لانے کے بارے میں گفتگو کرتے ہُوئے عبارت مذکورہ کے بعد کہا، کہ اگر وُہ حربی مسلمان وجوب زکوٰۃ کا علم رکھتا ہے ہم اسکی ادائیگی کا فتوٰی دینگے ورنہ اس پر زکوٰۃ ہی نہیں کیونکہ اسے ایسا حکم ہی نہیں پہنچا جو وجوب کے لیے شرط ہے اھ (ت)

ولہٰذا صورت مذکورہ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوٰۃ و عشر لے کر ان کے مصارف میں سبب نہ کریں تو اربابِ اموال پر اُن کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اس کا سبب یہ کہ وہ متغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے اُس کے مصرف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا

فی الدر المختار، اخذ البغاۃ والسلاطین الجائرۃ زکوٰۃ الاموال الظاھرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابھا، ان صرف الماخوذ فی محلہ الاٰتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیھم فیما بینھم وبین اللہ تعالٰی اعادۃ غیر الخراج لانھم مصارفہ۔[22]	درمختار میں ہے اگر باغیوں اور ظالم حکمرانوں نے اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرلی مثلاً چارپایوں کی زکوٰۃ، یا عشرہ خراج وصول کرلیا تو اب مالکوں سے دوبارہ نہیں لیا جائیگا (بشرطیکہ ان کی جگہ خرچ کیا گیا جن کا ذکر آرہا ہے) اور اگر وہاں خرچ نہیں کیا تو مالکوں پر بطور دیانت عشرہ زکوٰۃ کا اعادہ لازم ہے خراج کا نہیں کیونکہ باغی لشکر خود خراج کا مصرف ہیں۔ (ت)

[20] العنایہ مع فتح القدیر باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۱۹۷

[21] ردالمحتار باب زکوٰۃ الغنم مصطفی البابی مصر ۲ /۲۶

[22] درمختار باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۱۳۴

در منتقی پھر طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

اماالخراج فلا یفتون با عادته لانهم مصارفه اذا هل البغی یقاتلون اهل الحرب و الخراج حق المقاتلة۔[23]	خراج دوبارہ لینے کا فتوی نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس کا مصرف ہیں کیونکہ اہلِ بغاوت نے اہلِ حرب کے ساتھ مقاتلہ کیااور خراج مقاتلہ کا حق ہے(ت)

ہدایہ وبحر وغیرہما میں ہے:

افتوابان یعید وھا دون الخراج لانهم مصارف الخرج لکونهم مقاتلة والزکوٰة مصرفها الفقراء ولا یصرفونها الیهم۔[24]	علماء نے فتوی دیا ہے کہ خراج کے علاوہ کا اعادہ ہوگا کیونکہ اہلِ بغاوت خراج کا مصرف ہیں اس لیے کہ یہ مقاتل ہیں اور زکوٰۃ کا مصرف فقراء ہیں لہٰذا ان پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔(ت)

توثابت ہُوا کہ تسلّط وحمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس وجوب اور اس تعلیل نے کہ اعادہ خراج اس وجہ سے نہیں کہ وُہ خود بھی مصرف ہیں واضح کردیا کہ اگر وُہ مصرف نہ ہوں جیسے نامسلم قومیں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد ووظیفہ امام ومؤذن وبنائے پل وسراو تنخواہ مدرسین علم دین وخبر گیری طلبہ علوم دین وخدمت علمائے اہلِ حق حامیانِ دین مشغولین درس ووعظ وافتا وغیرہا امور دین سب داخل ہیں۔

فی ردالمحتار تحت قول ابن الشحنة المار انه یصرف فی مصالحنا کسد الثغور و بناء القناطیر والجسور و کفایة العلماء و القضاء والعال ورزق المقاتلة و ذراریهم اهای ذراری الجمیع۔[25]	ردالمحتار میں ابن شحنہ کے گزشتہ قول جو ہدایہ اور اکثر کتب معتبرہ میں ہے، کے تحت یہ ہے، خراج ہمارے مصالح پر خرچ کیا جاسکتا ہے مثلاً دفاعی بند، پُل، راستے، علماء، قضاء، علماء کی خدمت، مقاتلہ کرنے والے اور ان کی اولاد، یعنی مذکورہ تمام لوگوں کی اولاد پر خرچ کیا جاسکتا ہے(ت)

درمختار میں ہے:

[23] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب زکوٰۃ الغنم دارالمعرفۃ بیروت ۱/۴۰۴

[24] الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ فصل فی مالاصدقۃ فیہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۷۳

[25] ردالمحتار باب العشر مصطفیٰ البابی مصر ۲/ ۶۳

مصرف الجزیة والخراج مصالحنا کسد ثغورنا و بناء قنطرة و جسر کفایة العلماء والمعلمین، تجنیس، وبه یدخل طلبة العلم، فتح ،و القضاة والعمال ککتبة قضاة وشھود قسمة ورقباء سواحل ورزق المقاتلة وذراریھم ای ذراری من ذکر، مسکین(ملخصًا)[26]	جزیہ اور خراج کا مصرف ہمارے رفاہی کام ہیں مثلًا دفاعی معاملات، جیسے دارالاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، سڑکوں اور پُلوں کا بنانا، علماء اور اساتذہ کو بطورِ کفالت دینا، تجنیس۔ اس میں طالبعلم بھی داخل ہیں، فتح۔ قضاۃ اور عمال، جیسے قاضیون کے کاتب، ورثاء اور شرکاء کے درمیان تقسیم کے گواہ اور سواحلِ دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذافی الطحطاوی۔ مجاہدین کی روزی اور ان سب کی ذریّت کی، یعنی جن کا ذکر اُوپر ہوا ان سب کی اولاد کی روزی۔ کذافی شرح مسکین۔ (ملخصًا) (ت)

ہدایہ میں ہے:-

الخراج یصرف فی مصالح المسلمین ویعطی قضاة المسلمین وعمالھم وعلماؤھم منه ما یکفیھم لانه مال بیت المال وھو معد لمصالح المسلمین وھٰؤلاء عملتھم۔[27]	خراج مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوگا۔ مسلمان قضاۃ، عمال، علماء کی ضروریات کو اس سے پُورا کیا جائے گا کیونکہ یہ بیت المال کا مال ہے اور بیت المال مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوتا ہے، اور یہ لوگ مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔ (ت)

فتح میں ہے:

زاد فی تجنیس، المعلمین والمتعلمین وبھذا تدخل طلبة العلم اھ[28] الکل مختصرا۔	تجنیس المعلمین والمتعلمین میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے ساتھ طالب علم اس میں داخل ہوگئے اھ تمام عبارتوں میں اختصار ہے۔ (ت)

خود امام مذہب سیدنا ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون رشید سے ارشاد فرماتے ہیں:

[26] درمختار فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۴

[27] الہدایۃ فصل ونصارٰی بنی تغلب الخ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۵۷۹

[28] فتح القدیر فصل ونصارٰی بنی تغلب الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۳۰۷

وسألت من ای وجه تجری علی القضاۃ و العمال الارزاق فاجعل (اعزاللہ امیر المؤمنین بطاعته) ما یجری علی القضاۃ والولاۃ من بیت مال المسلمین من جبایة الارض اومن خراج الارض والجزیة لانھم فی عمل المسلمین فیجری علیھم من بیت مالھم ویجری علی والی کل مدینة وقاضیھا بقدر مایحتمل، وکل رجل تصیرہ فی عمل المسلمین فاجر علیه من بیت ما لھم ولا تجر علی الولاۃ والقضاۃ من مال الصدقة شیأ الا والی الصدقة فانه یجری علیه منھا کما قال اللہ تبارک وتعالٰی وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْہَا۔[29]	اے امیر المومنین! تُو نے یہ پُوچھا ہے کہ قضاۃ اور عمال کے وظائف کا معاملہ کیسے کیا جائے تو (اللہ تعالٰی امیر المومنین کو رعایا کی فرمانبرداری کے ذریعے عزت بخشے) قضاۃ اور عمال کو مسلمانوں کے بیت المال یعنی زمین کی ضمان، خراج اور جزیہ س وظائف دئے جائیں کیونکہ وُہ مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوتے ہیں، پس ان پر بیت المال سے خرچ کرواور ہر شہر کے والی اور قاضی کے لیے اتنا وظیفہ جاری کرو جتنا وُہ کام کرتے ہیں، اور جو شخص مسلمانوں کے کام میں مقرر کرو اس پر بیت المال سے خرچ کرو، والیوں اور قاضیوں پر مال صدقہ سے خرچ نہ کرو، ہاں والی صدقہ پر کرسکتے ہو کیونکہ اس پر اس میں سے خرچ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے اور صدقات وصول کرنے والے کے لیے۔ (ت)

اور اگر بالفرض خاص لشکرِ اسلام ہی اس کا مصرف ہوتا تو بحمد اللہ تعالٰی وہ بھی جابجا موجود، اور اوپر معلوم ہوچکا کہ خاص یہاں ہونا ان بلاو کی حمایت کا، شرط مطالبہ ہے نہ شرط وجوب، اور اشیائے سریعۃ الفساد پر خراج کی قیاس نہیں ہوسکتا، پھر وہاں بھی صرف مطالبہ منتفی ہے نہ وجوب، خود اسی مسئلہ میں تصریح ہے کہ عاشر اگرچہ اس سے عشر نہ لے گا مگر تاجر کو اس کے ادا کا حکم کرے گا۔

فی ردالمحتار عن الشرنبلالیة صورۃ المسألة ان یشتری بنصاب، قرب مضی الحول علیه، شیأ من ھذہ الخضراوات للتجارۃ فتم علیه الحول، فعندہ لا یاخذ الزکوٰۃ لکن یامر المالك بادائھا	ردالمحتار میں شرنبلالیہ سے ہے صورتِ مسئولہ یُوں ہے کہ سال ختم ہونے کے قریب اگر کسی نے تجارت کے لیے نصاب کے عوض سبزیات خریدیں اور اس پر سال مکمل ہوا تو امام صاحب کے نزدیک اس سے زکوۃ وصول نہیں کی جائے گی لیکن

[29] کتاب الخراج من ای وجہ تجری علی القضاۃ الخ مطبعۃ بولاق مصر ص ۲۰۲

بنفسہ الخ۔[30]	مالک سے کہا جائیگا کہ خود ادا کردے۔(ت)

ایجاب خراج میں لشکرِ اسلام کا حق اور اس کی حمایت پر تقرر معاوضہ ضرور منظورِ نظرِ شرع ہے مگر اس سے وجود حمایت کا شرط وجوب ہونا لازم نہیں، تصریحات ائمہ سے واضح ہو لیا کہ خراج صرف انہی کے لیے مقرر نہ ہُوا بلکہ جمیع مصالح عامّہ اہلِ اسلام اس میں متساویۃ الاقدام، ہاں جہاں حمایت ہو ان کا بھی حق ضرور ہے اور جہاں اُن کا حق ہو وہی معاوضہ منظور ہے، بالجملہ ادھر سے کلیہ ہے یعنی **حیثما وجدت الحمایۃ وجبت الجبایۃ** (جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج لازم ہوگا۔ت) اُدھر سے نہیں کہ **حیث ما وجبت الجبایۃ وجدت الحمایۃ** (جہاں خراج ہوگا وہاں حمایت ہوگی۔ت) تاکہ اس کا عکس نقیض کیجئے **کلما لم توجد الحمایۃ لم توجب الجبایۃ** (جب حمایت نہ ہوگی تو خراج لازم نہ ہوگا۔ت) فتح القدیر کی عبارت مذکور کا منشاء اسی قدر ہے البتہ عبارتِ عنایہ میں لفظ یختص موہم واقع ہوا ہے اور وُہ قطعاً زائد بے حاجت محض بلکہ خلافِ مقصود ہے،

وذلك لان محمدا رحمه الله صرح فی الزیادات ان المسلم لا یبتدأ بتوظیف الخراج[31] ثم وقع بینهم الخلاف فیما اذا احیا مسلم مواتا فقال ابو یوسف تعتبر بحیزها ای بما یقرب منها فان کانت من حیز ارض الخراج فخراجیة او ارض العشر فعشریة لان القرب من اسباب الترجیح وقال محمد ان کان صفتها انها یصل الیها ماء الانهار فخراجیة او ماء عین ونحوه فعشریة کل ذلك فی الفتح[32] وقد لزم من هذا توظیف	یہ اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے زیادات میں تصریح کی ہے کہ مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں آسکتا، پھر ان ائمہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کسی مسلمان نے غیر آباد زمین کو آباد کیا، امام ابو یوسف نے فرمایا اس کے قُرب کا اعتبار کیا جائیگا، اگر خراجی کے قریب ہے تو خراجی، اگر عشری کے قریب ہے تو عشری، کیونکہ قرب اسبابِ ترجیح میں سے ہے۔ امام محمد نے فرمایا اگر اسے نہری پانی سیراب کرتا ہو تو خراجی، اور اگر چشمہ وغیرہ کا پانی ہو تو عشری۔ یہ تمام تفصیل فتح میں ہے۔ بعض کے گمان کے مطابق اس سے مسلمان پر

30 ردالمحتار باب العاشر مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۷
31 فتح القدیر باب زکوۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۹۸
32 فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۸۰

الخراج علی المسلم بدأ اذا سقاھا بماء الخراج علی ما ظن [عہ۱] وھو خلاف نص الزیادات فا جیب [عہ۲] بتقیید ما فی الزیادات بما اذا لم یکن منه صنیع یستد عی ذٰلك وھو السقی بماء الخراج اما اذا وجد ذٰلك فھو دلالة التزامه الخراج	ابتدائی طور پر خراج کا تقرر لازم آتا ہے جبکہ وُہ زمین خراجی پانی سے سیراب ہورہی ہو، حالانکہ یہ زیادات کی تصریح کے خلاف ہے، اس کا جوب یہ دیا گیا ہے کہ زیادات کی عبارت میں اس قید کا اعتبار ہے کہ بشرطیکہ اس مسلمان سے کوئی ایسا عمل نہ پایا جاتا ہو جو خراج کا تقاضا کرتا ہو اور وہ عمل خراجی پانی سے سیرابی ہے، اور اگر ایسا ہے تو بطور التزام اس کا

عہ۱: ظنه جماعة منھم الشیخ حسام الدین السغناقی فی النھایة ولیس کما ظنوا بل انما ھو انتقال ما تقرر فیه الخراج بوظیفة الیه وھو الماء فان فیه وظیفة الخراج فاذا سقی به انتقل ھو بوظیفة الی ارض المسلم کما لو اشتری خراجیة وھذا لان المقاتلة ھم الذین حموا ھذا الماء تثبت حقھم فیه وحقھم ھو الخراج فاذا اسقی به مسلم اخذ منه حقھم کما ان ثبوت حقھم فی الارض اعنی خراجھا لحمایتھم ایا ھا یوجب مثل ذٰلك افادہ فی الفتح من باب زکوٰة الزروع ۱۲منه غفرله۔ (م)

عہ۲: المجیب الامام شمس الائمة السرخسی کما فی الفتح ۱۲منه غفرله (م)

عہ۱: یہ گمان ایک جماعت نے کیا ہے جن میں سے شیخ حسام الدین سغناقی ہیں جنھوں نے نہایہ میں اظہار کیا ہے، جبکہ معاملہ وُہ نہیں جو انہوں نے گمان کیا ہے بلکہ یہ مسلمان کی طرف وظیفہ خراج والی چیز کا انتقال ہے۔ اور وُہ پانی ہے کیونکہ اس میں خراج والا وظیفہ ہے۔ تو جب اس سے زمین سیراب ہوگی تو اس کا وظیفہ بھی مسلمان کی زمین پر لاگو ہوگا جیسا کہ کوئی خراجی زمین خریدے تو اس پر خراج آتا ہے یہ اس لیے کہ مقاتلہ وُہ لوگ ہیں جو اس پانی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اس لیے اس پانی میں ان کا حق ثابت ہوگا جبکہ وُہ خراج ہے تو جب کوئی مسلمان اس پانی کو استعمال کرے گا تو اس سے پانی کا حق لیا جائیگا جس طرح خراجی زمینوں میں تحفظ فراہم کرنے پر مقاتلہ کا حق واجب ہوتا ہے، اس کا افادہ فتح کے باب زکوۃ الزروع سے حاصل ہے ۱۲منہ غفرلہ۔ (ت)

عہ۲: جواب دینے والے شمس الائمہ سرخسی ہیں جیسا کہ فتح میں ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

رضاه به لان الخراج جزاء المقاتلة على حمايتهم فما سقى بما حموه وجب فيه[33] هذاما فى الهداية والفتح. ولاحاجة فيه الى تخصيص الخراج بماحموه اصلا بحيث لم يوجد لم يجب انما الحاجة الى استتباع حمايتهم ايجاب الخراج بحيث اذا وجدت وجب لان المقصود اثبات الوجوب لاجل ثبوت الحماية فتكون الحماية ملزومة والخراج لا زماليستدل بوضع المقدم على وضع التالى واللازم لايجب تساويه اما اذا قلنا بان الخراج يختص بالحماية كان المعنى هو انتقاء ه بانتقاء ها فيكون اللازم هو الحماية فلا يصح الاستدلال بوجوده على وجوب الخراج لان وضع التالى لاينتج وضع المقدم فظهران حديث الخصوص لا يوافق المقصود فاذن التقرير الصحيح ماشار اليه فى الهداية وبينه فى الفتح وانعم ايضاحه فى زكوته الزروع كمانقلنا نصه آنفافى المنهية۔	خراج پر راضی ہونا ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ خراج تو حمایت پر مقاتلہ کا معاوضہ ہے اور جو حمایتی (خراجی) پانی سے سیراب ہوگی اس خراج واجب ہوگا۔ یہ ہدایہ اور فتح میں تھا۔ یہاں خراج کو اس چیز کے ساتھ مقیّد کرنے کی اصلاً ضرورت نہیں کہ یہ وہاں ہوتا ہے جہاں حمایت ہو، اور جہاں حمایت نہ ہوگی وہاں خراج کا وجوب نہ ہوگا۔ یہ ضرورت تو ان کی حمایت کی وجہ سے ایجابِ خراج کے لیے ہے یعنی جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج کا وجوب ہوگا کیونکہ مقصود ثبوت حمایت کی خاطر وجوبِ خراج کا اثبات ہے تو اب حمایت ملزوم اور خراج لازم قرار پائے گا تاکہ وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاسکے اور لازم کے لیے (ملزوم کے) مساوی ہونا ضروری نہیں ہوتا لیکن جب ہم یہ کہیں گے کہ خراج حمایت کے ساتھ مخصوص ہے، تو اب معنٰی ہوگا کہ خراج کی نفی سے حمایت کی نفی ہو تو اب اس صورت حمایت کا لازم ہونا لازم آجائے گا تو اب وجود لازم (حمایت) سے وجوب خراج پر استدلال درست نہ ہوگا کیونکہ وضع تالی سے وضع مقدم پر منتج نہیں ہوتی۔ تو اب ظاہر ہوگیا کہ مخصوص کرنے والی بات مقصود کے موافق نہیں، اب تقریر صحیح وہی ہے جس کی طرف ہدایہ میں اشارہ ہے اور فتح میں بیان ہوئی اور اس کی وضاحت زکوۃ الزروع میں کی، جیساکہ ہم نے ابھی منہیہ میں اس کی عبارت بصور نص نقل کی ہے (ت)

پھر اس اختصاص کو اپنے ظاہر اطلاق پر رکھئے تو قطعاً غلط و باطل ہے، جو زمینیں ہم نے

33 فتح القدیر، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵/ ۲۸۱

قہرًا خواہ صلحًا فتح کیں اور ان کے اہل کو اُن پر برقرار رکھا یا قہرًا فتح کرکے اور جگہ کے کافروں کو دے دیں اُن پر یقینا خراج ہے اگرچہ انھیں آب عشری مثل باران وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہو۔ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارے ائمہ کا اجماعیہ ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

نحن نقطع ان الارض التی اقر اھلھا لو کانت تسقی بعین اوبماء السماء لم تکن الاخراجیة لان اھلھا کفار واکفار لو انتقلت الیھم ارض عشریة و معلوم ان العشریة قد تسقی بعین او بماء الساء لاتبقی علی العشریة بل تصیر خراجیة فی قول ابی احنیفة وابی یوسف خلافا لمحمد فکیف یبتدأ الکافر بتوظیف العشر ثم کونھا عشریة عند محمد اذا انتقلت الیه کذلك امافی الابتداء فھو ایضا یمنعه۔[34]	ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ جس زمین پر اس کے اہل برقرار رہے اگرچہ وہ چشمہ یا آسمانی پانی سے سیراب ہوتی ہو تو وُہ خراجی ہی ہوگی کیونکہ اس کے مالک کافر ہیں اور کافر کی طرف اگرچہ عشری زمین منتقل ہو اور یہ بات معلوم ہو کہ اگر عشری زمین کو چشمہ یا آسمانی پانی سے سیرب کیا جاتا ہے تو وہ عشری نہ رہے گی بلکہ وُہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے قول کے مطابق خراجی ہوجائے گی، ہاں امام محمد کا اس میں اختلاف ہے، تو اب کافر پر ابتدائی طور پو عشر کیسے مقرر کیا جاسکتا ہے، پھر امام محمد کے نزدیک جب عشری زمین کسی کافر کی طرف منتقل ہوگی تو وہ عشر ہی رہے لیکن ابتداءً وُہ بھی کافر پر عشر سے منع کرتے ہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

وقد اطال المحقق فی فتح القدیر فی تقریرہ ثم قال والحاصل ان التی فتحت عنوة ان اقر الکفار علیھا لا یوظف علیھم الاالخراج ولوسقیت بماء المطر وان قسمت بین المسلمین لا یوظف الا العشر وان سقیت بماء الانھار۔[35]	محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بڑی طویل گفتگو کرکے کہا کہ حاصل یہ ہے کہ جو زمینیں بطور غلبہ حاصل ہوں اگر کفار کو ہی ان پر قابض رکھا تو اب ان پر خراج ہی مقرر کیا جائیگا اگرچہ وہ بارش سے سیراب ہوتی ہوں، اور اگر وُہ زمینیں مسلمانوں میں تقسیم کردی گئیں تو ان پر عشر ہی مقرر کیا جائیگا اگرچہ وہ نہری پانی سے سیراب کی جاتی ہوں۔(ت)

34 فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵ /۲۸۰

35 بحرالرائق ، باب العشر والخراج، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵ /۵۰۱

امام محقق زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا:

ھذا التفصیل فی حق المسلم اما الکافر فیجب علیہ الخراج من ای ماء سقی لان الکافر لا یبتدأبالعشرفلا یأتی فیہ التفصیل فی حالۃ الابتداء اجماعا۔[36]	یہ تفصیل حقِ مسلم میں ہے، رہاکافر کا معاملہ تواس پر خراج ہوگا خواہ جو پانی بھی سیراب کرے کیونکہ کافر پر ابتداءً عشر نہیں ہوتا لہٰذا ابتداءً اس میں بالاتفاق تفریق و تفصیل نہیں ہوگی۔ (ت)

اسی طرح بحر الرائق و مجمع الانہر میں اس سے نقل کیا اور مقرر رکھا، ولہٰذا علامہ حلبی نے متن متین ملتقی الابحر میں اُن زمینوں کو خراجی ہونے کامسئلہ مطلق رکھا ارض السواد خراجیۃ (سواد کی زمین خراجی ہے۔ت) کے بعد فرمایا:

وکذا کل مافتح عنوۃ واقر اھلھا علیہ اوصولحو اسوی مکّۃ۔[37]	اسی طرح ماسوائے مکّہ کے وُہ زمین جو بطور غلبہ فتح ہُوئی اور اس کے باشندوں کو وہاں قابض رکھا یا ان سے صلح کرلی گئی۔ (ت)

اور اصلاًخلاف کاذکر نہ کیاحالانکہ انہیں التزام ہے کہ جس مسئلہ میں ائمہ ثلٰثہ مذہب سے کسی کاخلاف ہو ضرور نقل کریں گے۔

قال فی خطبتہ وصرحت بذکر الخلاف بین ائمتنا الخ[38]	علامہ حلبی نے خطبہ کتاب میں فرمایا ہمارے ائمہ کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگا تومیں اس کی تصریح کروں گا۔ (ت)

اسی طرح متن جلیل کنز میں مطلق فرمایا:

فتح عنوۃ و اقر اھلہ علیہ اوفتح صلحا خراجیۃ۔[39]	وُہ زمین جو بطور غلبہ حاصل ہُوئی اور وہاں کے قابضین کو برقرار رکھا یا بطور صلح فتح ہُوئی تووہ خراجی ہوگی۔(ت)

اور خلاف کی طرف باوصف التزام رمزا یمانہ کیایُونہی جو زمین ذمی نے احیا کی بالاتفاق خراجی ہے اگرچہ

---

36 تبیین الحقائق باب العشر والخراج الخ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۳ /۲۷۲

37 ملتقی الابحر باب العشر والخراج الخ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۷۰

38 ملتقی الابحر خطبۃ الکتاب (مقدمۃ المؤلف) مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۱۰

39 کنزالدقائق باب العشر والخراج والجزیۃ ایچ ایم سعید کراچی ص۱۹۱

پانی عشری دیا ہو، فتح القدیر و تبیین الحقائق و بحر الرائق وغیرہا میں ہے:

لو احیاھا ذمّی کانت خراجیۃ سواء سقیت عند محمد بماء السما ونحوہ او لا وسواء کانت عند ابی یوسف من حیز ارض الخراج اوالعشر اھ [40] فظھر ضعف ما انتحاہ فی العنایۃ تبعا للنھایۃ رکونا الیٰ ظاہر نقل فی الھدایۃ علی خلاف نقل فی الغایۃ کما بینہ المحقق فی الفتح واللہ ولی الھدایۃ والفتح۔	اگر کسی ذمی نے زمین کو آباد کیا تو وُہ خراجی ہوگی خواہ آسمانی پانی وغیرہ سے سیراب ہو یا نہ ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک خواہ خراجی کے قریب ہو یا عشری کے قریب اھ اس سے اس کا ضعف ظاہر ہوگیا جو عنایہ میں نہایہ کی اتباع کرتے ہُوئے میلان کیا ہے ہدایہ میں نقل ظاہر کی طرف اور وُہ نقل غایۃ کے خلاف ہے جیسا کہ محقق نے فتح میں کیا، اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت اور فتح کا مالک ہے۔ (ت)

تصریح فرمائی مسئلہ اعتبار آب مطلق نہیں، ہدایہ میں فرمایا تھا:

اذا کانت لمسلم دار خطۃ فجعلھا بستانا فعلیہ العشر معناہ اذا سقاھا بماء العشر واما اذا کانت تسقی بماء الخراج ففیھا الخراج لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدور مع الماء۔ [41]	جب بطور قبضہ کسی مسلمان کی خالی زمین پر گھر بنایا پھر اسے اس نے باغ بنادیا تو اس پر عشر ہوگا، اس کا معنٰی یہ ہے کہ جب وُہ عشری پانی سے سیراب ہوتا ہو اور جب وہ خراجی پانی سے سیراب ہو تو اس میں خراج ہوگا کیونکہ ایسی صورتوں میں عشر وخراج کا معاملہ پانی کے ساتھ ہے۔ (ت)

اس پر عنایہ میں لکھا ہے:

معنی قولہ "فی مثل ھذا" الارض التی لم یتقرر امرہ علی عشر او خراج وھو احتراز عما اذا کان لمسلم ارض تسقی بماء العشر وقد اشتراھا ذمی فان ماءھا عشری وفیہ الخراج۔ [42]	ماتن کے قول "فی مثل ھذا" سے مراد وہ زمین ہے جس کا معاملہ عشر وخراجی کے اعتبار سے مستحکم نہ ہوا ہو، اس سے اس صورت سے احتراز ہوگیا جب کسی مسلمان کی ایسی زمین تھی جو عشری پانی سے سیراب ہوتی تھی اور اسے ذمی نے خرید لیا تو اب اس کا پانی عشری ہے لیکن اس میں خراج ہے۔(ت)

---

40 فتح القدیر باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵ /۲۸۱

41 الہدایۃ، باب زکوٰۃ الزروع والثمار، المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱ /۱۸۴

42 العنایۃ مع فتح القدیر باب زکوٰۃ الزروع والثمار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۱۹۷

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ خراج آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ اب بھی اطلاق صحیح نہیں، مسئلہ احیائے ذمی وغیرہا کے متعلق تصریحات ابھی گزریں، ہاں امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اعتبار آب صرف اس صورت میں ہے جہاں مسلمان پر ابتداءً وظیفہ مقرر کرنا ہو جیسے اس نے اپنے گھر کو باغیچہ بنالیا یا مردہ زمین احیاء کی، محقق علی الاطلاق نے یُوں شرح فرمائی:

قوله الوظيفة فی مثله فيما هو ابتداء توظيف علی المسلم من هذاومن الارض التی احياها.لا کل مالم يتقرر امره فی وظيفة کمافی النهاية بان الذمی لو جعل دار خطته بستانا اواحيا ارضا اورضخت له لشهوده القتال کان فيها الخراج وان سقاها بماء العشر عند ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی۔ [43]	ماتن کا قول "الوظیفۃ فی مثلہ "یعنی اس زمین کا جس کا ابتداءً مسلمان پر وظیفہ مقرر کرنا ہے اور جسے اس نے آباد کیا ہو'نہ کہ ہر وُہ زمین جس کا وظیفہ مستحکم نہ ہوا ہو جیساکہ نہایہ میں ہے کیونکہ اگر ذمی نے قبضہ شدہ گھر کو باغ بنالیا یا زمین کو آباد کیا یا اسے جہاد میں شرکت کی وجہ سے بطور عطیہ ملی تو اس میں خراج ہوگا اگرچہ اسے اس نے ماء عشری سے سیراب کیا ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک۔(ت)

خود ہدایہ میں فرمایا:

ان جعلها (ای المجوسی دارہ) بستانا فعليه الخراج وان سقاها بماء العشر لتعذر ايجاب العشر اذفيه معنی القربة فتعين الخراج وهو عقوبة تليق بحاله اھ [44] **اقول:** وبه ظهر سقوط مافی العناية علی هذا القول من الهداية ما نصّه لقائل ان يقول اما ان يکون الاعتبار للماء اولحال من توضع عليه الوظيفة فان کان الاول وجب عليه العشر وان کان الثانی ناقض هذا	اگر (کسی مجوسی نے اپنے دار کو) باغ بنادیا تو اس پر خراج ہے اگرچہ اسے عشری پانی سے سیراب کیا ہو کیونکہ یہاں وجوبِ عشر متعذر ہے اس لیے کہ عشر میں عبادت کا پہلو ہے لہٰذا خراج متعین ہوگا جو بطور عقوبت مجوسی کے حال کے مناسب ہے **اقول:** اس سے عنایہ کے اس اعتراض کا ساقط ہونا ظاہر ہوگیا جو ہدایہ کے قول پر، ان الفاظ میں کیا کہ معترض کہہ سکتا ہے کہ یہاں اعتبار پانی کا یا اس شخص کا ہے جس پر عشر وخراج لازم کرنا ہے، اگر پانی کا اعتبار ہے تو مجوسی پر عشر لازم آئے گا اور اگر شخص مکلّف کا اعتبار ہو تو اس کا

[43] فتح القدیر' باب زکوۃ الزروع والثمار 'مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۱۹۸

[44] الہدایۃ' باب زکوۃ الزروع والثمار 'المکتبۃ العربیہ کراچی '۱ /۱۸۴

قولہ (لان المؤنۃ فی مثل ھذا تدورمع الماء)(وجب علی المسلم العشر اذا سقی ارضہ بماء الخراج)اھ[45] وجہ السقوط ان الکلام ھٰھنا فی الذمی و مامر من دوران المؤنۃ مع الماء انما کان فیما فیہ ابتداء التوظیف علی المسلم فلا مساغ للتناقض اصلا ولا حاجۃ الیٰ تجشم الجواب بما قال ان الاعتبار للماء ولکن قبول المحل شرط وجوب الحکم والکافر لیس بمحل لایجاب العشر علیہ لکونہ عبادۃالخ [46]وکیف ماکان فمقصودنا حاصل وھو بطلان تخصیص الخراج بالماء الخراج اما مطلقا واما فیما لم یتقرر امرھا علی وظیفۃ نعم ھو صحیح عند صاحب المذہب فیما فیہ بدء التوظیف علی مسلم فقط۔	اس قول سے تضاد لازم آئیگا کہ "ایسی صورت میں وظیفہ کے تعیّن کے لیے پانی کا اعتبار کیا جاتا ہے" اور مسلمان پر عشر لازم ہوتا ہے جب وہ اپنی زمین کو خراجی پانی سے سیراب کرتا ہو" اھ۔ وجہ سقوط یہ ہے کہ یہاں گفتگو ذمی میں ہورہی ہے، اور جو گزرا ہے کہ تعین وظیفہ میں پانی کا اعتبار ہے، وہ اس صورت میں ہے جب ابتداءً کسی مسلمان پر وظیفہ کا تعین کرنا ہو تو یہاں تناقض کا ثبوت ہی نہیں ہوا لہٰذا یہ کہہ کر جواب میں تکلّف کی ضرورت نہیں، کہ اعتبار تو پانی کا ہی ہوتا ہے مگر وجوبِ حکم کے لیے محل کا قبول کرنا شرط ہے اور کافر ایجابِ عشر کا محل نہیں کیونکہ عشر ادا کرنا عبادت ہے الخ بہر حال ہمارا مقصد حاصل ہے وہ یہ کہ خراج پانی کے ساتھ خراج کو مخصوص کرنے کا بطلان ہے، یا تو ہر حال میں یا اس صورت میں جب زمین پر کسی وظیفہ کا تقرر نہ ہوا ہو، ہاں یہ صاحبِ مذہب کے نزدیک اس وقت فقط صحیح ہے جب کسی مسلمان پر ابتداءً وظیفہ کا تقرر کرنا ہو۔ (ت)

پھر مفتی بہ یہ ہے کہ یہاں بھی پانی کا اعتبار نہیں بلکہ قرب دیکھیں گے اگر زمین خراجی سے نزدیک ہے خراج ہوگا اگرچہ آب عشری دیا ہو، اور عشری سے تو عشر اگرچہ پانی خراج کا ہو۔ تنویر میں ہے:

لو احیاہ مسلم اعتبر قربہ۔[47]	اگر کسی مسلمان نے زمین کو آباد کیا تو وہاں اس کے قریب زمین کا اعتبار کیا جائیگا۔ (ت)

[45] العنایۃ مع فتح القدیر، باب زکوۃ الزروع والثمار، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۹۸
[46] العنایۃ مع فتح القدیر، باب زکوۃ الزروع والثمار، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۹۸
[47] تنویر الابصار متن در مختار، باب العشر والخراج الخ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۹

ردالمحتار میں ہے:

ھذا عند ابی یوسف واعتبر محمد الماء فان احیاھا بماء الخراج فخراجیة والا فعشریة بحر وبالاول یفتی، در منتقی۔[48]	یہ امام ابویوسف کے نزدیک ہے، امام محمد نے پانی کا اعتبار کیا ہے، اگر مسلمان نے زمین، خراجی پانی سے آباد کی ہے تو وُہ خراجی ہوگی ورنہ عشری، بحر۔ فتوٰی پہلے قول پر ہے، در منتقی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وھو ماشی علیہ المصنف اولا کالکنز وغیرہ وقدمہ فی متن "الملتقی" فافاد بترجیحہ علی قول محمد وقال ح وھو المختار کما فی الحموی علی الکنز عن شرح قراحصاری وعلیہ المتون۔[49]	یہی وُہ ہے جس پر پہلے مصنّف چلے مثلاً کنز وغیرہ۔ اور ملتقی کے متن میں اسے مقدم کیا ہے۔ یہ اس بات کو مفید ہے کہ انہوں نے اسے امام محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور ح نے کہا کہ یہی مختار ہے جیسا کہ حموی علی الکنز میں شرح قراحصاری کے حوالے سے ہے، اور متون اسی پر ہیں۔ (ت)

معہذا اگر تخصیص مان بھی لیجئے تو لشکر اسلام کا ید قبضہ پانی پر وارد ہونا ابتداءً اس کی خرجیتکا مفید ہوتکا، بقاءً بھی خراجیت، بقاءً ید پذیر پر موقوف رہنے کی کیا دلیل ہے، اور پُر ظاہر کہ ہمارا کلام بقاء میں ہے:

الا تری ان الخراج یجب عقوبة الا الکفر ثم لا یحتاج فی بقائہ حتی لو اسلموا لم یسقط الخراج عن اراضیھم کما نصوا علیہ قاطبة	(آپ جانتے ہیں کہ خراج کفر کی سزا کے طور پر واجب ہوتا ہے پھر اپنی بقاء میں اس کا محتاج نہیں حتی کہ اگر کافر مسلمان ہوگئے تو ان کی زمینوں سے خراج ساقط نہ ہوگا جیسا کہ اس پر فقہاء نے قطعی تصریح کی ہے۔ ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے یہاں کی اُن زمینوں سے جن کا خراجی ہونا بہ ثبوت شرعی ثابت ہولیا بلاوجہ شرعی وجوب خراج کا اُٹھ جانا ثابت نہیں ہوتا اور کیونکر ثابت ہو حالانکہ خراج کے لیے سبب وجوب ارض نامیہ ہے اور وہ حاصل تو وجوب بھی حاصل، ہدایہ مسئلہ عدم اجتماع عشر وخراج میں فرمایا:

48 ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۸۴

49 ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۸۴

سبب الحقین واحد وھوالارض النامیة الا انه یعتبر فی العشر تحقیقا وفی الخراج تقدیر ا و لھذا یضافان الی الارض۔[50]	دونوں حقوق عشر و خراج کا سبب ایک ہے اور وُہ ارض نامی ہے، ہاں عشر میں اس کا نامی ہونا عملاً اور خراج میں بالفرض ہے، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی نسبت زمین کی طرف ہوتی ہے(ت)

فتح القدیر میں ہے:

قال الشافعی یجمع بینھما لان سبب العشر الارض النامیة بالخارج تحقیقا وسبب الخراج الارض النامیة به تقدیرا وقد تحقق سبب کل منھما ولا منا فاة بین الحقین فیجبان ولنا ان تعدد الحکم واتحادہ بتعدد السبب واتحادہ وسبب کل من الخراج والعشر، الارض النامیة ولھذا یضافان الیھا فیقال خراج الارض وعشر الارض والاضافة دلیل السببیة وکون الارض مع النماء التقدیری غیرالارض مع التحقیقی مخالفة اعتباریة لاحقیقة فالارض النامیة ھی السبب واذا اتحد السبب اتحد الحکم اھ[51] ملتقطا	امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو جمع کیا جاسکتا ہے کہ عشر کا سبب ارض نامی سے عملاً پیداوار اور خراج کا سبب ارض نامی سے پیداوار کا امکان ہے اور یہاں دونوں کا سبب متحقق ہے اور دونوں کے حقوق میں منافات بھی نہیں لہٰذا دونوں واجب ہوں گے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حکم کا متعدد اور واحد ہونا سبب کے متعدد اور واحد ہونے پر موقوف ہے، خراج و عشر کا سبب ارض نامی ہے اسی لیے زمین کی طرف ان کی نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے، زمین کا خراج، زمین کا عشر اور کسی کی طرف اضافت اس کے سبب ہونے پر دلیل ہے۔ زمین کا امکانی نمو پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کا ایسی زمین کا غیر ہونا جو واقعۃً نمو پر مشتمل ہے، یہ اعتباری طور پر ہے، یہاں حقیقۃً مخالفت نہیں تو ارض نامی ہی سبب قرار پائے گی، توجب سبب ایک ہے تو حکم بھی ایک ہی ہوگا اھ اختصارًا(ت)

ہنوز بعض وجوہ اور ذہن فقیر میں ہیں کہ بخوفِ اطالت ترک کیں وفیما ذکر نا کفایة واللہ ولی الھدایة (ہم نے جو ذکر کیا یہ کافی ہے اللہ تعالٰی ہی ہدایت کا مالک ہے۔ت) کسے دیں، اس کا

[50] الھدایة، باب العشر والخراج الخ، المکتبة العربیة کراچی ۲/ ۵۷۳

[51] فتح القدیر، باب العشر والخراج الخ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۸۷-۲۸۶

جواب، بیان سابق سے واضح ہولیا کہ اس کے بہت مصارف مثل مساجد و مدارس و طلبہ و علماء یہاں موجود ہیں ان پر صرف کریں اور اگر بالفرض لشکر ہی اُس کا مصرف ہوتااور عساکر اسلامیۃ سے کسی تک پہنچانے پر قدرت نہ ملتی جب بھی سقوط کے کوئی معنی نہ تھے، خراج ذمہ مکلّف پر واجب ہوتا ہے، عنایہ میں ہے:

الخراج فی ذمۃ المالك والعشر فی الخارج۔[52]	خراج، مالک کے ذمّہ ہے اور عشر پیداوار پر ہوتا ہے۔(ت)

فتح میں ہے:

العشر فی الخارج والخراج فی الذمۃ۔[53]	عشر، پیداوار پر ہے اور خراج مالک کے ذمہ ہوتا ہے۔(ت)

اور وُہ ایک حق ثابت معروف مثل ملک و دین ہے

حتی لایحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل غلتھا قبل اداء خراجھا[54] کما فی التنویر ای فی خراج المقاسمۃ فکانہ کان مالا مشترکا، وللامام حبس الخارج للخراج[55] کما فی الدر، ای فی الخراج الموظف وقد قال فی الھدایۃ الرھن والکفالۃ جائزان فی الخراج لانہ دین مطالب بہ ممکن الاستیفاء فیمکن ترتیب موجب العقد علیہ فیھما۔[56]	حتی کہ خراجی زمین کے مالک کے لیے خراج کی ادائیگی سے پہلے اس کا غلّہ کھانا حلال نہیں، جیسا کہ تنویر یعنی خراج مقاسمہ میں ہے، گویا یہ مال مشترک ہے اور حاکم کو خراج لینے کے لیے پیداوار کا روک لینا جائز ہے جیسا کہ دُر میں ہے یعنی خراج موظف میں ہے، ہدایہ میں ہے رہن اور کفالۃ خراج میں دونوں جائز ہیں کیونکہ یہ ایسادین ہے جس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے اور اس کا حصول بھی ممکن ہوتا ہے لہٰذا انقاضائے عقد کاان دونوں پر مرتب ہونا ممکن ہوگا۔(ت)

[52] العنایۃ مع فتح القدیر، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵/ ۲۸۶
[53] فتح القدیر باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵/ ۲۸۶
[54] تنویر الابصار متن در مختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۳۹
[55] در مختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۹
[56] الھدایۃ، کتاب الکفالۃ، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/ ۱۱۶

اور ذمہ دین سے مشغول ہو تو بے ادا یا ابراصرف اس بنا پر کہ مستحق نہ رہا ساقط نہ ہوگا بلکہ اُس کے ورثہ کو دیں گے وُہ بھی نہ رہیں تو فقراء کو دے کر براءت ذمہ کریں گے خراج میں اصالۃً حق فقراء نہ ہو نا ضرورۃً انھیں دئے جانے منافی نہیں کمافی سائرالدیون (جیساکہ تمام دیون میں ہے۔ت) کیا دیں خراج دو قسم ہے: خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو اور خراج موظف کہ ایک مقدار معین ذمے پر لازم کردی جائے خواہ روپیہ، مثلاً سالانہ روپے بیگھ جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غلّے کی ہر جریب پر ایک صاع غلّہ اور ایک درہم مقرر فرمایا، ظاہر یہ ہے کہ بلاد کا خراج موظف ہی تھا، بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلّہ، میوہ، ترکاری وغیرہ۔ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب معلوم ہوتا ہے، ہدایہ میں فرمایا:

وفی دیارنا وظفوامن الدراہم فی الاراضی کلھا وترك كذلك لان التقدیر یجب ان یکون بقدر الطاقة من ای شئی کان۔[57]	ہمارے علاقہ میں تمام زمینوں پر دراہم کا تقرر کیا جاتا ہے، اور ترکوں کے ہاں بھی یہی ہے کیونکہ بقدرِ طاقت مقدار مقرر کرنا ضروری ہے چاہے وہ جنس سے ہی ہو۔(ت)

توظاہراً یہاں کا خراج موظف ہی سمجھنا چاہئے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدہا میں اُس پر خراج مقاسمہ تھا، خراج موظف بالاتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کما فی الدر والشامیۃ (جیساکہ دراور شامیہ میں ہے۔ت) **کتنادیں**، اگر مقدار معلوم ہو کہ زمانہ اسلام میں، سقی اللہ تعالٰی عہدہا کیا مقرر تھا، جب توظاہر ہے کہ اُسی قدر دیں دو۲ شرط سے، اولاً: خراج موظف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ منقول ہے وہاں اس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہنچتا، زائد ہو توزیادت نہ دی ں اور جہاں کوئی مقدار امیر المومنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلافِ انصاف ہے زائد ہو تو نصف ہی دیں۔ **ثانیاً** اُتنے کی اداس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظِ طاقت دیں۔

فی التنویر التصنیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ اھ[58] فی ردالمحتار لا یزاد علیہ فیہ ولافی	تنویر میں ہے نصف دینا عین انصاف ہے لہٰذا اس پر اضافہ نہ کیا جائے اھ۔ اور ردالمحتار میں ہے اس میں اضافہ

[57] الھدایہ باب العشر والخراج المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲ /۵۷۲

[58] تنویر الابصار متن درمختار، باب العشر والخراج، مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۳۴۹

خراج المقاسمة ولا فی الموظف اھ[59] فی الدرالمختار ولا فی الموظف علی مقدار ماوظفه عمر رضی الله تعالیٰ عنه اھ[60] فی التنویرو ینقص مما وظف ان لم تطلق اھ[61] فی ردالمحتار قال فی النهر لا یزید علی النصف وینبغی ان لا ینقص عن الخمس قاله الحدادی اھ[62] وکان عدم التنقیص عن الخمس غیر منقول فذکره الحدادی بحثالکن قال الخیر الرملی، یجب ان یحمل علی ماذا کانت تطیق فلو کانت قلیلة الربع کثیرة المؤن ینقص اذ یجب ان یتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة کما فی ارض العشر اھ[63] مختصرات۔	نہ کیا جائے اور نہ ہی خراج مقاسمہ اور خراج موظف میں اھ درمختار میں ہے اور نہ ہی خراج موظف میں اس مقدار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقررہ میں کمی کی جاسکتی ہے اھ تنویر میں ہے اگر طاقت نہ ہو تو مقررہ میں کمی کا جاسکتی ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ نہر میں ہے کہ نصف سے زیادہ نہیں کیا جاسکتا، حدادی نے کہا مناسب ہے خمس سے کم نہ کیا جائے اھ اور خمس سے کم نہ کرنا منقول نہیں تو حدادی نے اسے بطور بحث ذکر کیا ہے۔ لیکن خیر رملی نے کہا ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ زمین طاقت رکھتی ہو، اور اگر رقبہ کم ہو مگر اخراجات اس کے زیادہ ہوں تو پھر کم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اخراجات کے تفاوت کی وجہ سے واجب میں تفاوت ضروری ہوتا ہے جیسا کہ عشری زمین میں ہے اھ مختصراً (ت)

اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہراً اخراج مقاسمۃ و خراج موظف غیر مقرر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں، نصف دیں اور مقرراتِ امیر المومنین میں، اُسی کا لحاظ رکھیں، غرض ہر جگہ پوری مقدار دیں جس سے زیادت جائز نہ تھی۔

لان التنقیص انما کان یثبت بنقص الامام ولم یثبت فلم یثبت فکان الاستقصار فیه فراغ الذمة یقینا فکان الحوط هذا کله	کیونکہ کمی امام کے کرنے سے ہوگی اور جب وُہ ثابت نہیں تو وظیفہ میں کمی بھی ثابت نہ ہوگی تو یہاں یقینی فراغ ذمّہ کے لیے مقرر پر اکتفاء ہوگا تو یہی احوط ہوگا، اوّل سے

59 العنایۃ مع فتح القدیر، باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵ /۲۸۶

60 فتح القدیر باب العشر والخراج، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵ /۲۸۶

61 تنویر الابصار متن درمختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۳۹

62 درمختار، باب العشر، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

63 الھدایۃ، کتاب الکفالۃ، مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳ /۱۱۶

من اول الکلام الیٰ ھنا مما اخذہ الفقیر تفقھا و ارجون یکون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ فان اصبت فمن اللہ وحدہ وانا احمداللہ علیہ وان اخطأت فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	لے کر یہاں تک یہ گفتگو فقیر نے بطور تفقہ کی ہے اور میں امید کرتا ہُوں کہ اِن شاء اللہ یہ صواب ہوگی، اگر تو میں درست ہُوا تو اللہ وحدہ کی طرف سے ہے اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہُوں، اور اگر یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور میں اس سے برات کا اعلان کرتے ہُوئے اپنے اللہ کے دامن میں آتا ہُوں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔(ت)

وظیفہ مقررہ فاروقیہ فی جریب سالانہ یہ ہے ہر قسم غلّے پر اُسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور کہ طاب یعنی خربوزے تربوز کی پالیزوں، کھیرے ککڑی بینگن وامثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور وخرما کے گھنے باغوں پر، جن کے اندر زراعت نہ ہوسکے، دس درہم ان کے ماوراء میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک، پھر ان اقسام میں حیثیت زمین وقدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے بونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اس پر قادر ہو اُس کے اعتبار سے خراج ادا کرے مثلاً انگور بو سکتا ہے تو انھیں خراج دے اگرچہ گیہوں بوئے ہوں، اور گیہوں کے قابل ہے تو اس کا خراج دے، اگرچہ جو بوئے ہوں ہر حال میں خراج سال بھر میں ایک ہی بار لیا جائے گا اگرچہ سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کہ ان بلاد میں رائج ہے (جس کی مقدار سولہ ۱۶ گرہ ہے ہر گرہ تین ۳ انگل) پینتیس گز مسطح ہے یعنی ۳۵ گز طول ۳۵ گز عرض، اور صاع دوسو ستّر ۲۷۰ تولے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دوسو اٹھاسی ۲۸۸ روپیہ بھر کہ رامپور کے سیر سے پورے تین سیر ہُوئے اور دس ۱۰ درہم کے عص/ ۱۲/ ۹-۳/۵ پائی یعنی دو ۲ روپے پونے تیرہ آنے اور پانچواں حصّہ پیسے کا پانچ درم کے عص/ ۶/ ۴-۴/۵ پائی ایک درم کے ۴/ ۵-۱۹/۲۵ پائی یعنی ۴/۲۵ کم ساڑھے چار آنے۔

فی الدرالمختار وضع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکل جریب ھو ستون ذراعا فی ستین، بذراع کسری (سبع قبضات) صاعا من بر اوشعیر (والصحیح انہ مما یزرع فی تلک الارض کما فی الکافی، شرنبلالیۃ ومثلہ فی البحر) ودرھما من اجود	درمختار میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر جریب میں ایک صاع گندم یا جو مقرر فرمائے اور جریب طولاً عرضاً ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے اور ہر ذراع سات مُٹھیوں کا ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے اس زمین سے جو کچھ پیدا ہورہا ہے اسی سے وظیفہ ادا کیا جائے گا جیسا کہ کافی، شرنبلالیہ میں اور اسی کی مثل بحر میں ہے

النقود(وزن سبعة کما فی الزکوٰۃ بحر) ولجریب الرطبة (وھی القثاء والخیار والبطیخ والباذ نجان وما جری مجراہ) خمسة دراھم ولجریب الکرم اوالنخل متصلة (قید فیھما)ضعفھاوما لیس فیه توظیف عمر کزعفران وبستان فیھا اشجار متفرقة یمکن الزرع تحتھا طاقته وغایة الطاقة نصف الخارج لان التصنیف عین الانصاف اھ[64] مختصرا مزید امابین الاھلة من ردالمحتار ۔ وفی الدرلوزرع الاخس قادراعلی الاعلی کزعفران فعلیه خراج الاعلیٰ وھذا یعلم ولا یفتی به کیلا یتجرئ الظلمة[65] فی ردالمحتار عن العنایة رد. بانه کیف یجوز الکتمان وانھم لو اخذواکان فی موضعه لکونه واجبا واجیب بانا لوافتینا بذلك لادعی کل ظالم فی ارض لیس شانھا ذلك انھا قبل ھذاکانت تذرع الزعفران فیاخذخراج

اور نقود میں سے ایک درہم لازم ہوگا (جس کا وزن سات مثقال ہو جیسا کہ زکوٰۃ میں ہوتا ہے، بحر) اور سبزیات (اور وُہ کھیرے، تر، خربوزے، بینگن اور ایسی دیگر اشیاء) کی جریب میں پانچ دراہم، انگور اور خرما کے گھنے باغوں (یہ قید دونوں کے لیے ہے) میں دس درہم ہے، اور جس میں سیّدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کوئی وظیفہ مقرر نہیں فرمایا مثلاً زعفران، اور وُہ باغ جس میں متفرق درخت ہوں اور وہاں کاشت کرنا ممکن ہو تو طاقت کے مطابق وظیفہ ہوگا اور انتہائے طاقت نصف پیداوار ہے کیونکہ نصف ادا کرنا عین انصاف ہے اھ مختصراً، ہاں قوسین کے اندر ردالمحتار سے اضافہ میری طرف سے کیا گیا ہے، اور در میں ہے کہ اگر کسی نے اعلیٰ پر قادر ہوتے ہوئے ادنٰی کو کاشت کیا مثلاً زعفران، اس پر اعلیٰ کا خراج ہوگا، یہ جان تو لیا جائے مگر اس پر فتوٰی نہ دیا جائے تاکہ ظالم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ ردالمحتار میں عنایہ کے حوالے سے یہ رد کیا گیا ہے کہ ایسی بات کا چھپانا کیسے جائز ہوسکتا ہے اور اگر ظالم لیتے ہیں تو وُہ ٹھیک کرتے ہیں کیونکہ وُہ واجب ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس پر فتوٰی دیتے ہیں تو ظالم ہر زمین کے بارے میں یہ دعوٰی کرے گا کہ اس سے پہلے اس میں زعفران بویا جاتا تھا اگرچہ

[64] درمختار، باب العشر والخراج الخ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۹، ردالمحتار باب العشر والخراج الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۸۶-۲۸۵

[65] درمختار باب العشر والخراج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۰

ذٰلك وهو ظلم وعد وان اھ [66] واللفظ للفتح قالو الایفتی بهذالما فیه تسلط الظلمة علی اموال المسلمین اذید عی کل ظالم ان ارضه تصلح لزراعة الزعفران ونحوه وعلاجه صعب اھ[67] قلت والذی یؤدی بنفسه ولاجابی کما فی بلا دنا فلا یخشی ذلك فلذا عولت علی ماهناك وفی الهدایة ان غلب علی ارض الخراج الماء انقطع الماء عنها اواصطلم الزرع آفة فلاخراج علیه،وان عطلها صاحبها فعلیه الخراج، ولا یتکررالخراج بتکرر الخارج فی سنةاھ بالالتقاط[68]، والله سبحانه وتعالٰی۔	وُہ ایسی نہ ہو تو اس سے خراج وصول کرے گا اور یہ ظلم وزیادتی ہوگی اھ، فتح کی عبارت یہ ہے کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ فتوٰی نہیں دیا جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں مسلمانوں کے مال پر ظالموں کو مسلط کرنا لازم آئے گا اور ہر ظالم یہ دعوی کرے گا کہ یہ زمین کاشتِ زعفران وغیرہ کے قابل تھی اور اس کا حل مشکل ہے اھ میں نے کہا جو شخص خود بخود ادا کرے اور وصولی کرنے والا نہ ہو، جیساکہ ہمارے علاقے میں ہے اس میں ایسا کوئی خوف و خدشہ نہیں اس لیے یہاں اسی پر اعتماد کیا جائیگا، ہدایہ میں ہے کہ اگر خراجی زمین پر پانی کا غلبہ ہوگیا یا اس سے پانی منقطع ہوگیا کسی آفت نے فصل ختم کردی تو اس پر خراج نہ ہوگا اور اگر مالک نے زمین کو معطل رکھا ____ تو اس پر خراج ہوگا۔ ایک سال میں دوبارہ پیداوار پر خراج نہ ہوگا اھ اختصارًا، واللہ تعالٰی سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

66 ردالمحتار باب العشر والخراج مصطفٰی البابی مصر ۳ /۲۸۹
67 فتح القدیر، باب العشر والخراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۵ /۲۸۵
68 الہدایۃ، باب العشر والخراج، المکتبۃ العربیۃ کراچی، ۲ /۵۷۳